پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1077
بدھ 20 جمادی الثانی 1445ھ مطابق 3 جنوری 2023ء

جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو!

کچھ سرسبز معصوم یادیں!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

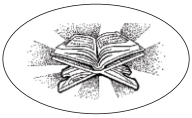

بخل کی سزا

جو لوگ اِس چیز پر بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے انھیں دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ بخل ان کے لیے بہتر ہے، جس مال کے بارے میں وہ بخل کرتے تھے، قیامت کے دن وہی مال طوق بنا کر اُن کے گلے میں ڈالا جائے گا، اور اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔

(سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۸۰)

الحدیث

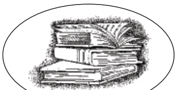

سب سے بڑا بخیل

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو انسانوں میں سب سے بڑا بخیل ہے؟''

عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور میرے اوپر درود نہ پڑھے، وہ سب سے بڑا بخیل ہے۔'' (القول البدیع)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

تشہد کی جگہ سورۂ فاتحہ پڑھ لی:

سوال: سجدہ سہو کرنے کے بعد تشہد کے بجائے سورۂ فاتحہ پڑھ لی، اب یاد آنے پر کیا کرے؟

جواب: تشہد کی جگہ فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوجاتا ہے، لیکن ایک بار سجدہ سہو کرنے کے بعد دوبارہ سجدۂ سہو نہیں کیا جاتا، لہٰذا اس صورت میں تشہد، اس کے بعد درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

ایسے کپڑوں کا استعمال جن پر الفاظ لکھے ہوں:

سوال: آج کل کچھ برینڈ کے کپڑے ایسے فیشن میں آئے ہیں کہ ان کے اوپر خاص انداز میں اردو تحریر لکھی ہوئی ہوتی ہے، اس میں کبھی فارسی و اردو شعری کلام، کبھی اردو مشہور نثری کلام ہوتا ہے، البتہ کوئی مذہبی جملہ یا مقدس لفظ نہیں ہوتا۔ ایسے کپڑوں سے لباس بنانا جائز ہے؟ (اسماء دلدار۔ کلفٹن، کراچی)

جواب: حروف تہجی (ا ب ت……) قرآنی حروف ہیں، ان کا احترام ضروری ہے۔ ان سے مرکب کسی بھی لفظ کی بے حرمتی جائز نہیں اور لباس پر الفاظ لکھنے میں بے ادبی یقینی ہے۔ اس لیے کہ یہ لباس پہن کر انسان بیت الخلاء جائے گا جس میں بے ادبی ظاہر ہے۔ اگر کپڑے کے لکھے ہوئے حصے پر کبھی پیشاب پاخانہ یا کسی قسم کی نجاست لگ جائے تو مزید بے ادبی، نیز یہ لباس پہن کر بیٹھتے یا لیٹتے وقت کبھی یہ الفاظ نیچے آجائیں گے، ایسی کیفیت میں ان پر بیٹھنا لیٹنا بھی بے ادبی ہے۔ یہ بھی مشاہدہ ہے کہ کپڑا جب پرانا اور بوسیدہ ہوجاتا ہے تو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے اور بری طرح پامال ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ لکھے ہوئے کپڑے کے استعمال میں کئی پہلوؤں سے بے ادبی اور بے احترامی ہوتی ہے، لہٰذا اس کے استعمال سے احتراز ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ چکی پیسنے کا واقعہ:

سوال: سیدنا حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک واقعہ کچھ عرصہ پیشتر روزنامہ اسلام میں شائع ہوا تھا اور خطیب حضرات بھی اسے خوب رنگ دے کر بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت بخار اور تکلیف کی حالت میں چکی پیس رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو انھیں گرم دودھ اور کھجوریں پیش کیں اور آرام کا مشورہ دیا اور انھیں سلا کر خود ان کی جگہ رات بھر چکی پیستے رہے۔ تین دن مسلسل یہ عمل کرتے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق اور غریب پروری سے اس قدر متاثر ہوئے کہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے، یہ واقعہ کس کتاب میں ہے؟

جواب: جو خطیب اور واعظ حضرات رنگ دے کر یہ واقعہ بیان کرتے ہیں ان سے پوچھیے کس کتاب میں ہے؟ ہمیں تو تلاش و جستجو کے باوجود کہیں کوئی سراغ نہیں ملا، جب تک حوالہ دستیاب نہ ہو کسی خطیب کے لیے اسے بیان کرنا جائز نہیں۔ سوچنے کا مقام ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفقت کے بے شمار واقعات کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کا دائرہ مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ بلا امتیاز دوست و دشمن پوری انسانیت پر محیط تھا بلکہ انسانوں کے علاوہ حیوانوں کو بھی شامل تھا۔ چنانچہ احادیث میں بے زبان جانوروں کے واقعات مذکور ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور ان کی دادرسی کی، ان صحیح وثابت اور بے غبار واقعات کو نظر انداز کرکے بے سروپا واقعات بیان کرنا کون سی دینی خدمت ہے؟

تم میرے اوپر ہمیشہ کے لیے حرام ہو:

سوال: ایک شخص نے غصے میں بیوی سے کہا: ''تم میرے اوپر ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔'' اس کا حکم کیا ہے؟

جواب: اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس جملے سے ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاقوں کی نیت کی تو ایک طلاق بائن ہوگی اور اگر تین طلاقوں کی نیت کی تو تین طلاقیں ہوں گی۔ اگر طلاق کے بجائے ایلاء کی نیت کی تو ایلاء ہوگا۔ اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہوگا۔ اگر بلا نیت یہ جملہ کہا تو ایک طلاق بائن ہوگی۔ وللتفصیل یلاحظ رد المختار ۳/۴۳۳۔

☆☆☆

آئینہ گفتار

کچھ سرسبز معصوم یادیں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

کل شب کسی کام سے بیگم مدظلہا نے پرانا صندوق کھولا تو کچھ سرسبز معصوم یادوں نے لاڈ سے اُن کے ہاتھ پکڑ لیے۔

وہ بڑے پیار سے انھیں گود میں اٹھا کر ہمارے پاس لے آئیں۔

’’یہ دیکھیے، شاید وقت پورا ہوگیا اُن کا۔‘‘

’’ہاں۔‘‘

ہم نے اُن سبز یادوں کو دیکھتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

ہمیشہ کی طرح انھیں دیکھتے ہوئے بیگم صاحبہ کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

شوق سے ایک ایک کو اٹھاتی دیکھتی رہیں، پھر یکا یک ہنسنے لگیں۔

اور پھر ہم سبھی پانچ سال پہلے کے چاروں منوں کی صورت دیکھ کر ہنسنے لگے۔

شاید ہی کسی اور کے ساتھ یہ لطیفہ ہوا ہو، جو بیگم بچوں کے ساتھ پورے پانچ سال قبل ہوا تھا۔ اُن کے پاسپورٹ بنے اور بھی تمام سفری دستاویزات، مگر یہ پاسپورٹ پانچ سال تک اسی صندوق میں دھرے کے دھرے رہ گئے، اُن پر بھی کوئی سفر نہ ہوسکا۔

ہوا یہ کہ ۲۰۱۷ء میں ہمارے ساتھ بھی ایک مذاق ہوگیا تھا۔

دراصل ایک بہت بڑے عالمی ادبی مقابلے میں ایک بڑی ادبی تنظیم کے سرپرست نے فرمایا تھا کہ آپ اور آپ کے والدین کا عمرہ طے ہوگیا۔

ہم نے خوشی خوشی یہ خوش خبری والدین کو سنادی۔

اور لگے بیگم بچوں کے لیے اسباب جمع کرنے۔ کیونکہ ارادہ یہ ہوا کہ والدین کے ساتھ بیگم بچوں کو بھی لے جائیں گے۔ چار پانچ ماہ بعد مگر وہ تنظیم ہی ختم ہوگئی، لیکن اب امی ابو سے کیا کہتے، سو خود ہی ہمت کر کے بیگم بچوں کے ساتھ ساتھ اپنے اور والدین کے اسباب کی تیاری بھی خود ہی کرنے لگے۔

اور پھر ۲۰۱۸ء آ گیا۔

جون تک اتنا ہوگیا تھا کہ بس ڈیڑھ دو لاکھ ہی باقی رہ گئے تھے۔

سوچا کہ چلو ہاتھی نکل گیا دُم ہی رہ گئی، سو یہ ادھار لے کر چلے جائیں گے، اور بدستور تیاری کرتے رہے۔

پاسپورٹ بن گئے، بیگ تیار ہوگئے، مہینہ طے ہوگیا۔

مگر پھر اچانک تقدیر نے پلٹا کھایا۔

والد محترم نے عین ایک ماہ قبل یہ ضد باندھ لی کہ ایک اور بیٹے کو بھی ساتھ لے کر جانا ہے۔

پیسوں کا بندوبست تو بے شک بھائی کا کہیں اور سے ہوا مگر صورت حال بہر حال کچھ ایسی ضرور ہوگئی کہ یا تو بھائی ساتھ جاسکتے تھے یا بیگم، سو بیگم ہی نے قربانی دی اور ظاہر ہے بیگم کے ساتھ بچوں کو بھی رکنا پڑا اور ہم دونوں بھائی والدین کے ساتھ عمرہ کر آئے۔

اُس وقت سچی بات ہے کہ بچوں اور ان کی ماں کو دیکھ کر ابو کی طرف سے بڑا شکوہ بھی دل میں پیدا ہوا، مگر الحمدللہ! صبر نصیب ہوگیا اور پھر کچھ ہی عرصے میں یہ سوچ کر وہ بال سا بھی دل سے نکل گیا کہ اسی میں یقیناً خیر ہوگی۔

خیر کل صندوق سے یہ پاسپورٹ نکلے تو یاد آیا کہ اُن پر پانچ سال پورے ہوچکے ہیں، اب یہ محض کاغذ کے ٹکڑے ہیں!

لیکن شاید نہیں؛

اُن سبز پروانہ راہداریوں پر کچھ بے حد دلکش یادیں ثبت ہیں۔

وہ چند دن، جب ہم سب بڑے جوش سے پہلے نادرا، پھر پاسپورٹ آفس کے چکر لگاتے تھے، ساری رسمی کارروائیاں پوری کرتے تھے، کپڑوں وغیرہ کی تیاری کرتے تھے۔

خیر؛ ہمیں مہربان رب کی کریم ذات سے پوری امید ہے کہ اپنے ’’اصول‘‘ کے ساتھ تو حرمین کی حاضری نصیب ہوگئی، اب ہم سفر اور اپنے ’’فروع‘‘ کے ساتھ بھی حرمین شریفین کی مقبول حاضری نصیب ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ!

آج یہ بہت ذاتی سی روداد اس لیے آپ بہنوں کو سنائی کہ آپ سے دعا لے لیں۔

ویسے بھی اب آئینہ گفتار کا یہ صفحہ نصیحت محض سے بڑھ کر ’ذاتی صفحہ‘ کی صورت اختیار کرگیا ہے، جس میں تحریر کے ’’پردے‘‘ میں بھائی بہنوں کی باہم گفتگو ہوا کرتی ہے۔

تو ذرا دل سے دعا دے دیجیے ناں۔

ہماری بھی یہی دعا آپ سب کے لیے ہے!

والسلام

مدیر مسئول

محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

’’خواتین کا اسلام‘‘ دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زر تعاون: اندرون ملک 1500 روپے، بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے، دو میگزین 25000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

جو بچے ہیں سنگ سمیٹ لو!

قانتہ رابعہ

یہ تو ہادیہ کو نہیں یاد کہ پہلی مرتبہ کس نے اسے بھاگوان کہا تھا مگر اس کا بچپن گزرتے گزرتے اُس کے دل و دماغ میں یہ بات بہت اچھی طرح راسخ ہو چکی تھی کہ وہ بہت خوش نصیب ہے۔

جس دن وہ پیدا ہوئی اُس دن اس کے ابا کو کاروبار میں پہلی بار منافع ہوا تھا۔

اور جس دن اس نے پاؤں پاؤں چلنا شروع کیا تو توتلی زبان میں ”تھیر“ (کھیر) مانگی۔

اِدھر اس کے منہ سے یہ لفظ نکلا اُدھر تیسرے محلے میں مقیم خالہ زیتون نے اپنی بہو کا ہاتھ کھیر میں ڈلوایا اور ٹرے میں بادام پستہ کی ہوائیوں سے سجی کھیر کا پیالہ اُن کے در پر پہنچ گیا۔

یہ منظر یہ ماجرا اس کی دادی نے ہر آئے گئے کے سامنے اتنی بار دہرایا کہ اس کی یادداشت میں نہ ہوتے ہوئے بھی اسے یہ واقعہ پل بھر پہلے کا محسوس ہوتا۔

”میری ہادی اتنی بختوں والی ہے کہ اِدھر کھیر مانگی، اُدھر میرے سوہنے رب نے بھجوا دی۔“

دو چار سال آگے گزرے۔

ایک دن گلی میں ہم عمر بچوں کے ساتھ ساتھ کھیلتے کھیلتے وہ کھیل چھوڑ کے بھاگی بھاگی گھر آئی اور بولنے لگی:

”دادی! بارش......دادی بارش آئے گی۔“

گو کہ اُس وقت بارش کا کوئی امکان نہیں تھا، روز ہی بزرگ بارش کی طلب کے لیے ہاتھ اٹھاتے مگر رحمت برستی نہ تھی لیکن اس کے بارش کہنے کی دیر تھی کہ ایک دم ہی کالے سیاہ بادل چاروں جانب سے اُمڈ آئے اور وہ برسے وہ برسے کہ دادی کی کُٹیا بھی ڈوب چلی مگر دادی بہت خوش تھیں۔ بار بار اس کا منہ چومتیں کہ میری ہادیہ کی زبان بہت مبارک ہے۔

اس وقت ہادیہ کی عمر چار سال کی تھی اور اس کے دماغ کے کسی گوشے میں دادی کا محبت بھرا چہرہ اور میٹھی آواز محفوظ ہو گئی۔

دادی دنیا سے گئیں تو ابا نے یہ لاڈ اپنے ذمے لے لیا۔

ہر دو ایک سال میں کوئی نہ کوئی بات ایسی صادر ہو جاتی کہ باقی سب بہن بھائیوں میں ہادیہ معتبر ٹھہرتی۔ ایک دن امی سے کہنے لگی کہ آج کہیں سے کڑھی آئے گی میرا بہت دل چاہتا تھا۔

لو پھر کچھ ہی منٹ میں کہیں سے کڑھی کا ڈونگا آ گیا۔

ابا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

روز تو نہیں کبھی کبھار دکان سے آتے ہوئے ابا اسے چنے کی چاٹ یا سموسے لا کے دیتے۔ وہ سب کے بیچ میں بیٹھ کے مزے سے کھاتی۔ چھوٹے بہن بھائیوں کا دل للچاتا رہ جاتا مگر وہ کھانے میں مگن رہتی۔ اُس کے ذہن میں یہ بات پختہ ہو چکی تھی کہ وہ خاص ہے، نیک ہے، بھاگوان ہے۔ چونکہ سارے ایسے نہیں ہو سکتے تو فیض بھی کیسے پا سکتے ہیں؟

وہ اسکول میں دس جماعتیں مکمل کر چکی تھی۔ اسکول میں بھی کئی مرتبہ ملتے جلتے واقعات کی اُس کی سہیلیاں چشم دید گواہ تھیں۔

ایک دن کہا کہ آج آلو کی ٹکیاں املی کی چٹنی کے ساتھ کھانے کو دل چاہتا ہے، اور بریک ختم ہونے سے چند منٹ قبل شازیہ کی امی نے ملازمہ کے ہاتھ ڈھیر ساری آلو کی ٹکیاں املی کی چٹنی کے ساتھ بھیج دیں۔

ہاں اب وہ عمر کے اس دور میں داخل ہو چکی تھی کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آتا تو اس کے چہرے پر فخر کی تحریر درج ہوتی۔ دل چاہتا ایک ایک کو پتا چلے کہ دیکھو دیکھو اُس نے ابھی منہ سے یہ فرمائشی پروگرام نکالا اور ابھی کے ابھی پورا ہو گیا۔

سہیلیاں اس سے اچھے نمبروں کی دعا کہنے آتیں، کوئی ہاتھ کی ہتھیلی اس کے آگے پھیلاتی کہ بتاؤ میری قسمت میں کیا ہے؟

وہ تکے لگاتی۔ پورا ہونے پر انعام و اکرام کی بارش اور نہ پورا ہو تو ”میں نے کب کہا تھا کہ ایسے ہو گا!“ کہہ کر جان چھڑا لیتی۔

آپی کی شادی ہوئی اور دو چار سال کے بعد وہ اپنے دیور کے لیے اس کا رشتہ لے آئیں۔

آپی کے سسرال والے بھی آپی سے اُس کی باتیں سن سن کر اس کے پکے معتقد

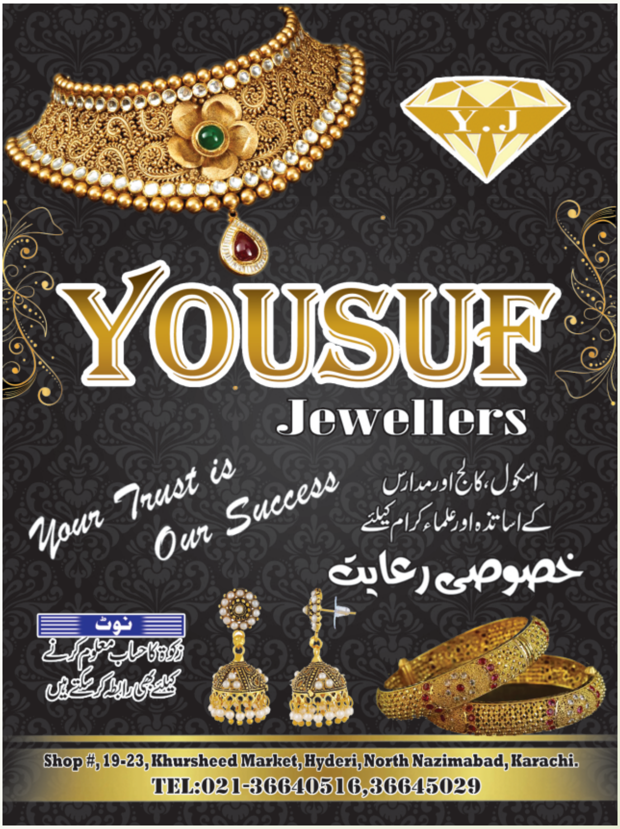

ہو چکے تھے۔

آپی کے میاں کی نسبت دیور کا مزاج اور عادات مختلف تھیں۔ آپی کے میاں خوش مزاج تھے اور رونق میلہ پسند کرتے تھے۔ بیوی کو گھمانے پھرانے کا شوق شادی کے چار سال بعد بھی جوں کا توں تھا۔ کاغان ناران، کراچی، کوئٹہ، پشاور سب شہر اُن دونوں میاں بیوی کے اِن چار برسوں میں کئی مرتبہ میزبانی کر چکے تھے۔ ہاں ان کے دیور مستنصر کا معاملہ مختلف تھا۔ خاموش طبع، مطالعے کا شوقین، سنجیدہ، بردبار۔

رشتہ کے لیے چار چھے ماہ ہاں کرنے میں لگے۔ جب ہاں ہوگئی تو رخصتی میں چند ہفتے بھی نہ لگے۔

”مجھے زیادہ ہلا گلا پسند نہیں۔“ آرام سے اس نے کہا اور چار بندوں کی موجودگی میں ہادیہ کو نکاح کروا کے لے گیا۔

بہت مرتبہ شادی کے بعد بھی ہادیہ کے ساتھ ماضی والا معاملہ ہوا۔ ساس دادی صدقے جاتیں، آپی بھی ساتویں نہ سہی چھٹے آسمان پر جا پہنچتیں کہ دیکھا میری بہن ہے ناں! مگر مستنصر کا معاملہ عجیب تھا۔

وہ سنتا اور خاموش رہتا، اور تو اور آنکھوں میں بھی ستائش کی چمک نہ ہوتی۔ ہادیہ نے اب تک من بھاتے تبصرے ہی اپنے متعلق سنے تھے، اسے میاں کا یہ خشک سپاٹ سارویہ اچھا نہ لگتا، وہ بجھ سی جاتی مگر یہ بے نیازی کا رویہ صرف اسی ایک معاملے میں تھا۔ باقی وہ ہر معاملے میں بہت آگے تھا۔ ہادیہ کی ہر خواہش کو پورا کرتا۔ اسے خوش رکھتا۔ وہ جیسا بھی کھانا بناتی، تعریف کرتا لیکن یہاں آ کر اس کی زبان کو پانچ من وزنی تالا لگ جاتا۔

انھیں اللہ نے بچے بھی آگے پیچھے دو دے دیے۔ زندگی بہت بدل گئی تھی۔ میاں کے مزاج کو وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اب اس کی اپنی طبیعت میں بھی قدرے ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ وہ بھی ملے گلے کو ناپسند کرنے لگی۔ کبھی کبھار میاں کے زیر مطالعہ کتاب کو ہاتھ میں لے کے ورق گردانی بھی کر لیتی۔ یہ تبدیلی اوروں کو بھی محسوس ہوتی۔ بہرحال دن گزر رہے تھے۔ دونوں اپنی زندگی سے مطمئن تھے۔

آپی ابھی تک اولاد سے محروم تھیں۔ ان کے شوق مشاغل بھی بدل چکے تھے۔ وہ زیادہ تر اب خاموش رہتیں۔ ایک سب کچھ پا کے میاں کی پسند میں ڈھل گئی تھی۔ دوسری احساس محرومی پر لوگوں کی سوالیہ نظروں سے بچنے کے لیے خودترسی کا شکار۔

ہادیہ کی بیٹی فروہ ساڑھے چار سال کی ہو چکی تھی۔

ایک دن وہ سو کے اٹھی اور آنکھیں ملتے ہوئے اُس نے آواز لگائی:

”ماما! مجھے ابھی مینگو کی آئس کریم چاہیے، بڑے والا کپ......!“

فقرہ ابھی اس کے کانوں میں پہنچا ہی تھا کہ دروازہ کھلا اور ہادیہ کے ابو مینگو آئس کریم کے چار پانچ کپ لیے داخل ہوئے۔

لاؤنج میں مستنصر، آپی، ہادیہ سب موجود تھے۔ سب حیران ہو گئے۔ سب سے پہلے آپی نے فروہ کا منہ چوما۔

”دیکھو اِدھر تم نے آئس کریم مانگی اُدھر نانا ابو لے آئے۔

مستنصر کے ہونٹ ہلے۔ اس کی آواز سب کے کانوں سے سنی، وہ بیٹی کو پیار سے سمجھا رہا تھا: ”فروہ! آپ بہت خوش ہوناں۔“

اس نے فروہ کا ماتھا چوما۔

”جی بابا میں نے ابھی آئس کریم مانگی اور ابھی مجھے نانا نے لا بھی دی۔“

”میری پری! کیا آپ چاہتی ہو کہ آپ کو اور بھی اچھی اچھی چیزیں ملیں بلکہ جو مانگو وہ بھی ملے اور جس کو دل چاہے وہ بھی؟

تو میرے بیٹے! پھر آپ اللہ کا بہت شکر ادا کیا کرو اور اگر کبھی مانگنے پر بھی کچھ نہ ملے تو بھی اللہ کا شکر ادا کیا کرو کہ وہ چیزیں اللہ جی ہمیں جنت میں دیں گے لیکن اگر کبھی آپ نے چیزیں بھی اللہ جی سے لے لیں اور شکر بھی ادا نہ کیا تو پتا ہے کیا ہوگا؟“

مستنصر کی آواز ایک دم بھرا گئی۔

”پھر اللہ جی یہیں چیزیں دے دیا کریں گے ہمیں، اگلی دنیا میں کچھ بھی نہیں ملے گا، اس لیے کہ ہم اپنا حصہ یہیں لے کے فارغ ہو گئے ہوں گے اور......“

مستنصر بیٹی کو بازوؤں کے حلقے میں لیے چومے جا رہا تھا۔ اُس کی موٹی آنکھیں اشک بار تھیں اور ہادیہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

خاموشی کے سارے بھید اسرار کھل کے سامنے آ گئے تھے۔ اس کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ کتنی بے خبر تھی وہ اس نکتے پر۔ اس کے اندر سے آنسوؤں کا گولا سا آنکھوں سے باہر نکلا۔ اشکوں میں ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ بس مستنصر کا چہرہ صاف شفاف تھا کسی نور کے پیکر کی طرح......!

☆☆☆

نعت کی بیل مرے صحنِ سخن سے نکلی!

زبیر حمزہ

ایک در وا ہوا، تہذیب گھٹن سے نکلی
شہر مہکا گئی، مہکار جو بَن سے نکلی

کچھ نہ دِکھتا تھا اندھیروں میں کسی کو اور پھر
آفتابی کرن اک نور بدن سے نکلی

تا کہ اِس ترش کو شیریں کرے، پڑھتی تھی درود
رَس لیے شہد کی مکھی، جو چمن سے نکلی

وہ مسیحا تھا کہ درمان کی آغوش لیے
اور تمنا تھی کہ صدیوں کی تھکن سے نکلی

خون پیتی ہوئی، بل کھاتی ہوئی دنیا میں
پیار کی رسم ترے چال چلن سے نکلی

کیا صداقت ہے کہ بیگانے بھی بول اٹھے ہیں
بات وہ ہی ہے جو اُس پاک دہن سے نکلی

بھر گیا گھر مرا برکات کے پھولوں سے کہ جب
نعت کی بیل مرے صحنِ سخن سے نکلی

☆☆☆

گزشتہ سے پیوستہ

پگڈنڈی

ریحانہ تبسم فاضلی

اکثر و بیشتر رافع کہتا تھا کہ آپ رقیہ شرعیہ لگا کر سوجاتی ہیں لیکن میں اس لیے بند نہیں کرتا کہ سوتے میں بھی انسان پر اُس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مجھے کھانا پینا اچھا نہیں لگتا تھا لیکن میں یہ سوچ کر کھاتی تھی کہ شاید تھوڑا سا کھا کر میری زندگی میں تبدیلی پیدا ہوجائے۔

آپ نے دیکھا ہوگا جب بچے بیمار ہوجاتے ہیں تو وہ اُن چیزوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں جن کے لیے ان کے معالج نے سختی سے منع کیا ہوتا ہے۔ بس یہی حال میرا بھی تھا کہ میں ہر اس چیز کو کھانا چاہتی تھی کہ جو ڈاکٹر نے منع کی تھی۔

میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میرا یوریا (Urea) بڑھ جائے گا جس سے گردوں کی تکلیف میں اضافہ ہوجائے گا۔ میں تقریباً ڈیڑھ سال تک بستر پر رہی لیکن الحمدللہ اپنی وھیل چیئر کو خود چلا کر غسل خانے تک جاتی تھی۔

اب میری طبیعت کافی بہتر ہے تو اب مجھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں یاد آتی ہیں کہ بدپرہیزی سے مرض بڑھ جاتا ہے!

لیکن ایسی صورتِ حال میں پرہیز کرنا بہت مشکل ہے۔ دوا کھا کھا کر میرا پیٹ بھر جاتا تھا، پھر کسی اور چیز کے لیے دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ میرے معمولات میں منزل شامل تھی لیکن ابھی پڑھ نہیں سکتی تھی۔ میں نے غور و فکر کیا تو یہ بات سمجھ میں آئی کہ میں منزل اپنے موبائل پر سن لیا کروں۔ اَفَحَسِبْتُمْ کی آیات اور اذان بھی میں پابندی سے سنتی تھی۔ میں کوشش کرتی تھی کہ پگ ڈنڈی کے بانسوں کو پکڑ کر کھڑی ہوجاؤں لیکن ایسا ابھی ممکن نہیں تھا۔

اَفَحَسِبْتُمْ اور اذان کی تعداد کو میں نے بڑھا دیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ جسم میں کچھ توانائی آرہی ہے۔ میں بانس پکڑ کر کھڑی ہوئی تو گر گئی لیکن مایوس نہیں تھی۔ کہانی اور حقیقت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ کہانی مختلف چیزوں سے سجائی جاتی ہے لیکن حقیقت، حقیقت ہوتی ہے، جس میں تکالیف اور غم کو آپ کو سمجھنا بھی ہوتا ہے اور غم والم کی اس حقیقت کو اپنے اوپر طاری کرنے کے بجائے اگر اللہ کو یاد کیا جائے تو تکلیف کم ہوجاتی ہے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وہ دعا ہے کہ جسے پڑھ کر اس کی معنویت اور گہرائی کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ شاید زندگی میں ایک مرتبہ اس دعا کی معنویت اور گہرائی میرے رب نے مجھے سمجھائی۔ اس کے سمجھانے کا انداز ایسا تھا کہ برسوں گزرنے کے باوجود مجھے وہ آواز آج بھی اپنے کانوں میں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ نعمان کو میدانِ جہاد کی طرف گئے ہوئے کچھ برس ہوگئے تھے۔ ایک دن میری کالج کی سہیلی نے مجھے کہا کہ ہمارے پیر صاحب نعمان کے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتا دیں گے۔ میں نے اُس کی بات کو ٹال دیا لیکن وہ اصرار کرنے لگی اور مجھے لے کر اپنے پیر صاحب کے پاس پہنچ گئی۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر بات میری سمجھ میں آگئی کہ یہ وہ نام نہاد 'پیر صاحب' ہیں جو مسلمانوں کو قرآن وسنت سے ہٹا کر کہیں اور لے جاتے ہیں۔

میں اپنی سہیلی کے ساتھ بیٹھ گئی لیکن پیر صاحب کو سلام نہیں کیا۔

وہ کہنے لگے تمھاری سہیلی شریعت پر ہیں اور ہم طریقت پر ہیں۔

میں نے ان کی بات کا جواب تو نہیں دیا لیکن اپنی سہیلی سے کہا کہ شریعت اور طریقت کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

وہ کہنے لگے کہ اگر یہ عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر جا کر چادر چڑھا دیں تو نعمان واپس آجائے گا۔

غصے کی شدت سے میرا جسم کانپنے لگا اور میں کھڑی ہوگئی۔ اسی وقت مجھے اپنے کانوں میں ایک آواز سنائی دی کہ کہو:

حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ!

اُدھر پیر صاحب کہہ رہے تھے کہ عبداللہ شاہ غازی کے مزار کی سات حاضریاں ضروری ہیں۔ اگر یہ اوپر نہیں جاسکتی اور چادر نہیں چڑھا سکتی تو نیچے سے منت مان لیں۔

میں نے فریدہ سے کہا: ''میں جارہی ہوں اگر آپ نے بیٹھنا ہے تو بیٹھیں۔''

غم کے دریا میں جب بھی میں ڈوبنے لگوں تو یہ آیت مجھے غم سے نجات دلا دیتی ہے۔ آج بھی وہ آواز مجھے اپنے کانوں میں آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ میں نے صبر و تحمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے آقا! جس طرح تُو نے مجھے نعمان کے سلسلے میں صبر و استقامت عطا فرمائی تھی، اس طرح میری بیماری میں بھی مجھے صبر و استقامت اور شفا عطا فرما۔

یہاں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یاد آنے لگتے ہیں کہ آپ کی طبیعت خراب تھی۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، فلاں درخت کے پتے لو ان کو گھوٹو اور پیو۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا ہی کیا۔ پتوں کا عرق پی کر آپ بالکل صحت مند ہوگئے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کو پھر تکلیف ہوئی۔ آپ اس درخت کے قریب گئے۔ پتے توڑے انھیں گھوٹا، پیسا اور پی لیا لیکن اس بار تکلیف ٹھیک ہونے کی بجائے شدت اختیار کر گئی۔

حضرت نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تو اللہ رب العزت نے جواب دیا کہ موسیٰ! اُس وقت ہم نے پتوں کو حکم دیا تھا کہ موسیٰ کے لیے شفا بن جاؤ مگر اس وقت ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کیسے تمھیں شفا دے سکتے ہیں۔

سو میں بھی عرض کرتی رہی کہ یا اللہ! آپ میری دواؤں کو حکم دے دیجیے کہ وہ میرے لیے شفا کا باعث بن جائیں۔

دعاؤں اور دواؤں کا سلسلہ چلتا رہا۔ اللہ رب العزت نے میری مدد کی۔

ایک دن میں نے مفتی خالد محمود سے فون پر پوچھا کہ خالد بھائی! میں کیا کروں؟

خالد بھائی کہنے لگے، آپ دعا پڑھ کر اللہ سے شفا کی درخواست کریں۔

اللہ کا کرم اور اس کا احسان ہے کہ بار بار دعا پڑھنے سے زبان کی گرہ کھلتی چلی گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا فرمائی لیکن میں بار بار اسی بیماری میں مبتلا ہوجاتی تھی۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے پھر دعا کی اور دیوانوں کی طرح اس دعا کو پڑھنے لگی:

یَاغِیَاثَ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ وَّیَامُجِیْبَ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ وَّیَامُوْنِسَ عِنْدَ کُلِّ وَحْشَۃٍ وَّ یَامَعَاذِ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ وَّیَارَجَآئِ حِیْنَ تَنْقَطِعُ حِیْلَۃٌ۔

یہ دعا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بٹھا دی ہے۔ میں زبان سے بھی یہ دعا پڑھتی ہوں

لیکن بعض اوقات زبان سے ادائیگی مشکل ہوجاتی ہے تو دل سے پڑھتی ہوں۔ دل کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی ہوتی ہے۔ میرے ڈاکٹر کافی دین دار انسان ہیں۔ انھوں نے مجھ سے اکثر و بیشتر کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا ڈائیلاسس ہو لیکن اگر ایسی صورتِ حال ہو تو آپ اللہ سے مدد مانگیے گا۔

میں اپنی تکالیف پر اپنے گھر والوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتی۔ اِن تکالیف کو میں اپنے دل میں رکھتی ہوں۔ خیر اب ٹوٹی پھوٹی پگ ڈنڈی کافی بہتری کی طرف میری رہنمائی کر رہی ہے اور مجھے پتا ہے کہ یہ پگ ڈنڈی کی رہنمائی کرنے والا صرف اللہ ہے۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے دور کے بڑے بلند پایا مفسر قرآن تھے۔ اُن کے ایک شاگرد حاجی محمد یوسف سے میں نے ذکرِ قلبی، ذکرِ جہری، ذکرِ سری اور دیگر اذکار کی تربیت حاصل کی تھی۔ ایسی صورت حال میں، میں ذکرِ قلبی شروع کر دیتی ہوں۔ پگ ڈنڈی کو پکڑنا آہستہ آہستہ میرے لیے ممکن ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے یہ تذکرہ بھی ڈاکٹر سے کیا تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائیں گے۔ اب میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر و اذکار پر مبنی ختم شریف پڑھوں گی، کیونکہ یہ ختم شریف بیمار کے لیے دوا اور شفا بن جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ساری بہنوں سے اور بچیوں سے میری گزارش ہے کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کریں، کیونکہ خواتین کا اسلام کی بہنوں نے ''روشن زندگی'' پڑھ کر جس طرح مجھے دعائیں دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ وہ ضرور سب کی دعائیں سنے گا۔ اللہ کا بھروسا اور اس کی محبت مجھے اس پگڈنڈی پر کھڑے ہونے اور چلنے کی طاقت دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب اس کی مرضی کا اعلان ہوتا ہے تو انسان حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔

کل میرے پاس ایک خاتون کا فون آیا اور وہ کہنے لگیں کہ میں حج پر جا رہی ہوں لیکن اس سے قبل نہ صرف یہ کہ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں بلکہ آپ کی کچھ کتب بھی لینا چاہتی ہوں۔

طلحہ نے ان کے بیٹے کو ہمارے گھر کا پتا سمجھا دیا تھا جس کی وجہ سے وہ دس منٹ میں مجھ سے ملنے آگئیں۔

میں نے انھیں اپنے پاس بٹھایا۔ ان کا چہرہ کچھ مانوس سا لگ رہا تھا۔ ہونٹوں پر بھی بڑی اچھی دل آویز مسکراہٹ تھی جس سے میرے دل نے یہ سمجھ لیا کہ ان خاتون سے شاید میرا کوئی پرانا تعلق ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ماضی کے دنوں سے پردہ ہٹانے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں آپ کی شاگرد ہوں میں نے ۱۹۸۵ء میں بی۔اے کیا تھا۔ میں آپ کی تعلیم میں بھی بیٹھا کرتی تھی۔

مجھے خوشی ہوئی کہ وہ خاتون محبت کرنے والی ہیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ کی باتوں سے یہ اندازہ ہو رہا ہے کہ آپ نے کالج سے بہت کچھ سیکھا ہے ورنہ بچیاں تو آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں لیکن کچھ بچیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے دل پر اساتذہ کی تعلیم کے نقوش بہت گہرے ہوتے ہیں۔

انھوں نے خوش خبری سنائی کہ اللہ نے ان کے حج پر جانے کا انتظام فرما دیا ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا۔

انھوں نے کہا، مجھے روشن زندگی اور حیاتِ دوام کا دوسرا حصہ دے دیجیے کیونکہ پہلا حصہ میرے پاس موجود ہے۔ کتابیں دیکھ کر اُن کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ مجھے بہت دعائیں دینے لگیں، حالانکہ وہ شاگرد تھیں لیکن کتابوں کی رقم بھی مجھے دی۔ میں نے اللہ کا بہت شکر ادا کیا کہ وہ کس طرح اپنے بندوں پر اپنی خصوصی رحمت عطا فرماتا ہے۔

اُن صاحبہ کے ملنے سے پہلے ایک ہفتہ قبل میری چنیوٹ کی سہیلی کا فون آیا تھا کہ میں حرم سے واپس آگئی ہوں۔ میں نے آپ کے لیے تو طواف کیا لیکن نعمان کے لیے میں نے عمرہ ادا کیا تھا۔ وہاں کی باتیں عالیہ مجھے سناتی رہیں اور مجھے ایک ایسا سکون ملتا رہا جسے بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔

یہاں میں اپنے چند اشعار تحریر کر رہی ہوں تاکہ آپ کی دعائیں میرے لیے ایک ایسا حفاظتی حصار بنالیں کہ میں اُس میں رہ کر بس اپنے رب کی تعریف و توصیف بیان کرتی رہوں۔ وہ اشعار جنھیں میں آپ کے ذہن و دل میں اتارنا چاہتی ہوں، وہ یہ ہیں۔

حرم شریف کے دیوار و در میں رہتی ہوں
خدا کا شکر ہے نورانی گھر میں رہتی ہوں
تجلیات کا مرکز ہے جو ترا گھر ہے
تیرا کرم ہے کہ میں ایسے گھر میں رہتی ہوں
یہاں تو شمس و قمر بھی طواف کرتے ہیں
میں خود طواف میں اُس کی نظر میں رہتی ہوں
جدا سمجھنا مجھے تو جہاں ہے میں بھی ہوں
میں خاک بن کے تری رہ گزر میں رہتی ہوں
وہ جس کے نور سے دونوں جہان روشن ہیں
میں آج اس کے درِ معتبر میں رہتی ہوں
کبھی مکہ میں ہوں اور کبھی مدینہ میں
غرض کہ روشنیوں کے سفر میں رہتی ہوں
یہ شہر ہی تو تبسمؔ نبی کے مسکن تھے
اُن ہی کے شہروں کے شام و سحر میں رہتی ہوں

آپ سب سے میری گزارش ہے کہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ آپ میرے لیے ضرور دعا کیجیے گا۔ ایک سال جب گزر جاتا ہے تو میری بے چینیاں اپنے عروج پر ہوتی ہیں کہ اب اُن دونوں شہروں کا سفر مجھے ایک نئی طاقت اور توانائی عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے کہ۔

سجدے کروں تو قرب ہو تیرا مجھے نصیب
آنکھوں سے ہر حجاب ہی اٹھتا دکھائی دے
جز اِس کے کچھ طلب نہیں اس غم نصیب کو
تو اپنے در کے ساتھ درِ مصطفائی دے
وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

☆☆☆

مشرقی بیگم کی کہانی

عائشہ تنویر

ساجن کی یادیں بھی خاورؔ کن لمحوں آ جاتی ہیں
گوری آٹا گوندھ رہی تھی نمک ملانا بھول گئی

سچ تو یہ ہے کہ ساجن کی یادیں ہی نہیں، دروازے پر ڈاکیا، فون پر اہم کال، واٹس ایپ پر نوٹیفکیشن سے لے کر بچوں کی لڑائی تک انھی لمحوں میں ہوتی ہے، جب گوری آٹا گوندھ رہی ہو، کھانا پکا رہی ہو، پھر اگر دودھ ابل جائے یا کھانا جل جائے تو دنیا والے اسے مذاق بنا لیتے ہیں اور رہے سرتاج! وہ اور کچھ نہیں بنا پاتے تو منہ بنا لیتے ہیں۔

اب خود ہی سوچیں، ایک وقت میں کئی محاذ پر نبرد آزما سپاہی زخمی تو ہو ہی سکتا ہے ناں! اُس پر کیا چیخ چیخ کرنا۔

مگر ایسا بھی نہیں کہ ہر کوئی ہی تلوار سونتے بیگم کی جان کے درپے ہے۔ کچھ خواتین کی کہانی مختلف بھی ہوتی ہے۔ اب معصومہ بی بی کی ہی سن لیں، فرماتی ہیں:

غضب خدا کا! کہنے کو ہمارے صاحب نے کبھی معیار پر سمجھوتا نہیں کیا لیکن اللہ جانے ہماری باری میں کیسے برتن اٹھا لائے ہیں۔ بس کھانا پکنے رکھ کر ذرا چند گھنٹے اِدھر اُدھر ہی تو گئے تھے، سارا کھانا نان اسٹک برتن میں بھی ''اسٹک'' ہو گیا۔ کوئی کہے، کھانا ہے یا شوہر کہ اِدھر نظر ہٹائی، اُدھر ہاتھ سے نکلا۔ دوسروں کو تو ہمیشہ اچھی سے اچھی چیز لا کر دیتے ہیں، مجال ہے کبھی ان کی بہنا یا بھاوج سے کھانا ذرا بھی خراب ہو۔

ہاں بھئی مانتے ہیں پرسوں چوتھ جہیز کے برتن میں بھی ہم سے کھانا جل گیا تھا مگر اس میں برتن کا کیا قصور، وہ تو اس موئے سلنڈر کی وجہ سے ہوا تھا۔ ایل پی جی کی آگ ہی ایسی ہووے ہے، منٹوں میں کھانا برباد کر دے۔ ہم نے تو بھئی ہمیشہ سوئی گیس کے چولھے پر کھانا بنایا ہے۔ ہمارے باوا کے گھر تو کبھی نہ ہوئی یہ گیس لوڈ شیڈنگ۔

تبھی تو ہم کہتے ہیں، کھانا پکانا تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ویسے یہ نہ سمجھیں کہ شوہر کی برائی کر کے ناشکری کر رہے ہیں۔ ہمارے صاحب دل کے بہت اچھے ہیں۔ جتنی بار بھی کام خراب ہو جائے، غصہ نہیں کرتے، بس ہنسی مذاق میں ٹال دیتے ہیں۔ اکثر کہتے ہیں، جملے سے ''کھانا'' نکال دو تو ''پکانے'' میں واقعی تمھارے جیسا کوئی ماہر نہیں......!

دوسرے مرد تو فرمائشیں کر کر کے بیوی کو باورچی خانے سے نکلنے ہی نہیں دیتے اور ہمارے صاحب کہتے ہیں، کھانے کی فکر مت کرو، وہ میں بازار سے لے آؤں گا، زیادہ سستا پڑتا ہے۔ بس تم آرام سے بیٹھو۔ خود کو تھکاؤ مت۔

اب یہ نہ سمجھیں آپ سب کہ ہمیں کچھ بنانا ہی نہیں آتا۔ باتیں بنانے میں تو ہمارا کوئی ثانی نہیں۔ خیالی پلاؤ بھی ہم بہت اچھا بناتے ہیں۔ صاحب فرمائش کر کے پکواتے ہیں مگر کیا ہے کہ اس سے زیادہ کوکنگ کرنے نہیں دیتے۔

دراصل ہوا یہ کہ ہم نے اُن سے فرمائش کر دی تھی، تھوڑی سی چرس لا دیں۔ لیں جناب ہونق ہو گئے، آنکھیں پھٹ گئیں اور کانپتی آواز میں پوچھا:

''کک کک کیوں؟''

ہم نے کہا، پریشان نہ ہوں۔ کوئی نشئی موالی نہیں ہیں ہم، بس چرسی تکہ بنانے کا ارادہ ہے۔ آپ کو بہت پسند ہے تو سوچا خود بھی کوشش کر ڈالیں۔ آخر کو محبت کرنے والی مشرقی بیوی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اور آپ تو جانتے ہیں، یہ موئے یوٹیوب والے اصل ترکیب بتاتے کب ہیں کہ گھر کے کھانے میں ہوٹل جیسا ذائقہ آئے لیکن ہمیں بھی معلوم ہے کہ چرسی تکہ ہے تو چرس تو ڈلے گی ہی۔''

پس انھوں نے چرس تو نہیں لا کر دی مگر اب کچھ بھی پکا لیں تو نجانے کیوں سونگھ سونگھ کر ڈر ڈر کر کھاتے ہیں بلکہ اپنے ہاتھ سے پہلا نوالہ ہمارے منہ میں ڈالتے ہیں، پھر ہی خود کھاتے ہیں۔ پیار ہی اتنا کرتے ہیں۔

ارے بات بھی کہاں سے کہاں نکل گئی! ہم بتا رہے تھے کہ برتن اتنے گھٹیا معیار کے تھے کہ سارا کھانا جل گیا۔ گو ہمیں شوہر کی ڈانٹ کا کوئی خوف نہیں، کھانا تو اپنی خوشی سے بناتے ہیں۔ اب فون کر دیتے ہیں کہ آج بازار سے لے آئیں۔ بہت خوش ہوں گے وہ۔ آپ سب بہنیں بس اتنا بتا دیں کہ بھلا وہ کون سا برتنوں کا اچھا برانڈ ہے، جن میں کھانا جلتا نہ ہو؟

☆☆☆

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام
مُفت
ختمِ نبوّت خط و کتابت کورس
0333-5105991, 0333-5126313
خوشخبری
سکول و کالج کے طلباء و طالبات اور عوام النّاس کے لئے سُنہری موقع
داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر نام، تعلیمی قابلیت، پتہ (پوسٹل کوڈ) آخر میں دیئے گئے پتہ پر ارسال کریں ایک خط میں ایک درخواست دیں، اگر کسی وجہ سے کورس میں تاخیر ہو جائے تو دو ماہ کے بعد دوبارہ خط لکھیں
گھر بیٹھے بذریعہ خط و کتابت
عقیدہ ختم نبوت، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام، ظہور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ، خروج دجال
اور موجودہ دور کے فتنوں کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کورس کی تکمیل پر ایک خوبصورت سند اور نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں کیلئے خصوصی تحائف
ختم نبوت خط و کتابت کورس پوسٹ بکس نمبر 1347 اسلام آباد

نمائش

بنت مولوی شبیر احمد ۔ وہاڑی

پرندے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ملگجا سا اندھیرا چہار سو پھیلنے کو بے تاب تھا۔ ماحول میں عجیب سی اداسی گھلی ہوئی تھی۔ عاتکہ بیگم نے توے سے آخری روٹی اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھی اور باورچی خانہ سمیٹ کر باہر آگئیں۔

’’صنوبر نجانے کدھر ہے، ابھی تک بتیاں نہیں جلائیں۔‘‘

وہ بڑبڑاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔

’’صنوبر بیٹا! خیریت تو ہے؟ شام کے وقت کمرے میں اندھیرا کیے لیٹی ہو؟‘‘

یہ کہتے ہوئے عاتکہ نے لائٹ آن کردی۔ پورا کمرہ روشنی میں نہا گیا۔

’’کچھ نہیں امی! بس سر میں درد ہے۔‘‘

صنوبر نے آنکھوں پر بازو رکھا اور کروٹ بدل لی، مبادا اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر ماں پریشان ہوجائے۔

عاتکہ بیگم مگر جہاندیدہ خاتون تھیں، وہ اس کی پریشانی بھانپ چکی تھیں مگر اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھیں، تبھی ہلکے پھلکے انداز میں بولیں: ’’چلو اٹھو، کھانا نکالو، بھوک کی وجہ سے ہورہا ہوگا درد، تمھاری پسند کا بھنڈی گوشت بنایا ہے۔‘‘

’’نہیں امی! مجھے بھوک نہیں ہے۔‘‘

’’لو! ایسے کیسے بھوک نہیں ہے۔ تم جانتی ہو نا کہ میں تمھارے ساتھ ہی کھانا کھاتی ہوں، میری بھوک کا ہی خیال کرلو۔‘‘ عاتکہ بیگم نے مصنوعی طور پر ناراض لہجے میں کہا، پھر صنوبر کو اٹھتا دیکھ کر زیرِ لب مسکرا دیں۔

☆......☆

’’السلام علیکم خالہ! صنوبر کہاں ہے؟‘‘

ببلی نے عجلت بھرے انداز میں پوچھا۔

’’وعلیکم السلام! چھت پر کپڑے پھیلانے گئی ہے، خیریت ہے بیٹا! جلدی میں لگ رہی ہو؟‘‘

’’جی خالہ! تھوڑا کام تھا صنوبر سے۔‘‘

ببلی نے جلدی سے جواب دیا اور تیز تیز سیڑھیاں پھلانگنے لگی۔

’’صنوبری! تمھیں ابھی تک کام سے فرصت نہیں ملی۔ چلو اب جلدی سے تیار ہوجاؤ۔‘‘ ببلی نے اس کے ہاتھ سے بالٹی لیتے ہوئے کہا۔

’’کیوں؟ کہاں جانا ہے؟‘‘

’’آفرین ہے بی بی تم پر! آج صغریٰ کے جہیز کی ’نمائش‘ ہے محترمہ! تمھیں تو پتا ہے نا مجھے کتنا شوق ہے جہیز دیکھنے کا۔‘‘

ببلی نے اسے بازو سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"تم جانتی ہو تو نا بلی کہ میں ایسی محفلوں میں نہیں جاتی، تم چلی جاؤ۔"
صنوبر کہتے ہوئے نیچے اتر گئی۔

"ارے! ایسے کیسے چلی جاؤں، میں خالہ سے پوچھتی ہوں، تم بس چلو میرے ساتھ اور سچ میں وہاں پر کوئی مرد نہیں ہے، میں نے ابھی اپنی چھت سے دیکھا تھا۔"

صنوبر کے بار ہا انکار کے باوجود بلی اسے اپنے ساتھ گھسیٹ لائی تھی۔

جہیز دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا گویا پورا بازار خرید کر گھر میں سجا دیا گیا ہو۔

بلی ایک کے بعد ایک چیز دیکھ رہی تھی مگر وہ تو جیسے ایک ہی جگہ منجمد ہو گئی تھی۔

اُس کا دل دکھ سے بھر گیا۔ اسے بے اختیار اپنے بابا کی یاد آئی۔ وہ سوچنے لگی کہ کاش اس کے بابا زندہ ہوتے یا اس کا ایک بھائی ہی ہوتا تو آج وہ احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوتی۔ وہ زیادہ دیر وہاں پر ٹھہر نہ سکی اور سر درد کا بہانہ بنا کر گھر لوٹ آئی، تب سے کمرے میں اندھیرا کیے لیٹی ہوئی تھی۔

☆......☆

صنوبر نے ماں کے اصرار پر چند لقمے حلق سے اتارے اور برتن ایک طرف رکھ کر وہیں لیٹ گئی۔

"میری دھی رانی کیا سوچ رہی ہے؟" عاتکہ نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"امی! کاش ہمارا گھرانا بھی پیسے والا ہوتا۔"

صنوبر نے دکھ سے کہا اور اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکل کر بالوں میں گم ہو گئے۔

"ایسے نہیں بولتے بیٹا! تم امیر گھرانے میں پیدا نہیں ہوئی تو کیا ہوا، شکر کرنے کے لیے یہ کافی نہیں کہ تم ایک مسلمان گھر میں پیدا ہوئی ہو؟!"

عاتکہ بیگم نے رسان سے سمجھایا۔

"امی! مسلمان گھرانے میں تو صغریٰ بھی پیدا ہوئی ہے، انھیں اللہ نے کس قدر مال و دولت سے نوازا ہے۔ ان کے گھر جا کر دیکھیں ایسا لگتا ہے اس کا جہیز نہیں کوئی شاپنگ مال ہو۔"

"بیٹا! خود جہیز کی رسم ہی اور شادی کی رسومات انتہائی غیر ضروری اور فضول خرچی ہے، جس سے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے، پھر اس کی نمود و نمائش تو بہت ہی غلط ہے۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر کوئی اچھا پھل کھاؤ تو اس کے چھلکے باہر سامنے مت پھینکو کہ کہیں غریب، یتیم بچہ وہ دیکھ لے اور اس کے دل سے 'آہ' نہ نکل جائے۔"

عاتکہ بیگم نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"یہ سب باتیں جہیز کی نمائش والے نہیں جانتے کیا اماں؟ کیا جہیز کی نمائش کر کے مجھ جیسی غریب اور یتیم بچیوں کا دل دُکھانا فرض ہے؟ یہ نمائشیں دیکھ کر ہمارا دل کتنا دکھتا ہے کیا اس کا حساب نہیں لیا جائے گا ان سے؟!"

یہ کہتے ہی صنوبر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

عاتکہ بیگم بیٹی کو سمجھانے اور زمانے والوں کے رسم و رواج پر سوائے افسوس کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی تھیں!

وہ دل میں سوچ رہی تھیں کہ کاش وہ ایسے لوگوں سے کہہ سکیں کہ اگر اللہ نے آپ لوگوں کو مال و دولت سے نوازا ہے تو اسے اپنی استطاعت کے مطابق جائز مد میں ضرور خرچ کریں مگر نمود و نمائش کر کے یتیم اور بے سہارا بچیوں کی آہیں تو نہ لیں۔

☆☆☆

القدس کا درد

مریم قدسی

وہ مقدس سرزمین جس کا نام ہی اس کی تقدیس کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس کے مبارک ہونے کی گواہی خود اللہ نے دی، جسے تمام انبیاء کرام علیہ السلام کی جبینوں کا بوسہ لینے کا شرف حاصل ہے جو سلیمان و داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام کی فراست، مریم علیہا السلام کی پاک دامنی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وفضیلت کی گواہ ہے، آج اس پر ان کا قبضہ ہے جو انبیاء کو شہید کرنے والے ہیں۔

آج اس سرزمین کے حقیقی وارثوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں مگر صد افسوس کہ آج مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کی بجائے اپنے ازلی دشمن کے ہاتھ مضبوط کرنے میں لگا ہوا ہے۔ ان کی مصنوعات کی خریداری کر کے اپنے ہی بھائیوں کو مشکل اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے میں لگا ہوا ہے۔ جبکہ دوسری طرف ظالم کی پشت پناہی پر دنیا بھر کے کفار موجود ہیں مگر اس کے باوجود، اس سرزمین کے بہادر بیٹے اپنی جان کی بازی لگا کر قرونِ اولیٰ کے جانبازوں کی یاد تازہ کر رہے ہیں۔ ان میں آٹھ سال کے بچے سے لے کر اسی سال کے بوڑھے تک اپنے نحیف ہاتھوں میں موجود داؤدی پتھروں سے ٹڈی دل اسرائیلیوں سے درانہ وار لڑ رہے ہیں۔

اپنے لہو سے اس مقدس سرزمین کو سینچتے یہ خوش نصیب اور "انا اخذ تک" (میں نے آپ کو چنا) کی مثال بنے یہ مسلم پھول اپنے لہو سے رقم کر رہے ہیں کہ ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

ان کی بہادر مائیں بچپن ہی سے بچوں کو لوری کے بجائے جہادی نغمے سنا کر ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے لبریز کرتی ہیں، انھیں آزادی کا شیدائی بناتی ہیں۔ اُن خنساء و خولہ جیسی ماؤں کی اولاد بھی عمرو خالد کی طرح جری و فراست مند ہوتی ہے۔ بہنیں سونے سے قبل چھوٹے بہن بھائیوں کو کہانیوں کے بجائے عمر و صلاح الدین ایوبی کے قصے سناتی ہیں۔ آزادی کی طلب تو ان کی مائیں اولاد کی گھٹی میں ڈال دیتی ہیں اور بہنیں، بھائی، والد اور بزرگ بھی اپنا ممکن حد تک فرض نبھا رہے ہیں، مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری نسل کیوں اس فرض سے نا آشنا ہے!

نسل نو کی بات تو ایک طرف، ہمارے بزرگ بھی اس امر کی اہمیت سے نا آشنا ہیں۔ ہمارے نوجوانوں سے تو فجر میں نہیں اٹھا جاتا، وہ میدانِ جہاد کی سخت راتیں کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ ہماری مائیں تو بیٹوں کو سینے سے لگائے رکھتی ہیں، وہ ان سپوتوں کی شہادت پر صبر کر کے شہید کی ماں ہونے کا اعزاز کیسے حاصل کر سکتی ہیں؟

ان سب سوالوں کا جواب اس دن ملے گا جب ہمارا ایمان مضبوط ہوگا، اور اس کے لیے سب سے پہلے ہم خواتین کا ایمان مضبوط ہونا چاہیے، جو آنے والی نسلوں کی تربیت کی ذمے دار ہیں۔ ہمیں بہنوں کی شکل میں بھائیوں کو، بیوی کی صورت میں شوہر کو اور ماں کی صورت میں اولاد کو اللہ تعالیٰ کے راستے کے لیے تیار کرنا ہے۔

ہمارا یہ قدم قدس کی آزادی کا سنگِ بنیاد ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس سرزمین کی آزادی کا نظارہ یا تو اپنی ان چشمِ تر سے کریں گے یا اس جدوجہد میں قربان ہو جائیں گے۔

☆☆☆

آپ کی صحت

ڈاکٹر اُمِّ محمد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

س: ڈاکٹر صاحبہ! میرے تین بچے ہیں۔ سب سے بڑے کی عمر ۱۴ برس ہے، پھر دس سال پھر چھے سال مگر مسئلہ یہ ہے کہ اتنے بڑے ہوجانے پر بھی مٹی کھانا نہیں چھوڑتے۔ جسم بالکل کمزور اور آنکھیں زرد ہوگئی ہیں۔ غذا میں انڈے اور پھل سب کھلاتے ہیں مگر انھیں کچھ کھایا پیا لگتا نہیں۔ براہِ مہربانی کوئی اچھی سی دوا تجویز فرمادیں۔ (اہلیہ قاری حشام۔ پسرور)

ج: محترمہ اہلیہ حشام!

جب بچوں کے پیٹ میں کیڑے ہوتے ہیں تو خوراک ان پر بالکل نہیں لگتی۔ ورموکس وغیرہ کیڑے تو نکال دیتی ہیں مگر انڈے آنتوں میں رہ جاتے ہیں جو کچھ ماہ بعد پھر کیڑے بن جاتے ہیں۔ آپ دوا Cina30 اور Santonine30 کے 4-4 قطرے دن میں تین مرتبہ دے دیا کریں۔ ان شاء اللہ ایک دو ماہ مسلسل کھلانے سے ٹھیک ہوجائیں گے۔ اس کے ساتھ ہمدرد کا خمیرہ مروارید تین گرام ایک ماہ تک رات میں دے دیا کریں۔ علاوہ ازیں خیال رکھیں کہ بچے الگ الگ بستروں پر سویا کریں۔

س: باجی صاحبہ! میری آنکھوں کا مسئلہ ہے۔ تقریباً پانچ چھے سال سے دُکھتی ہیں۔ جب دوائیں ڈالتی رہوں تو ٹھیک ہوجاتی ہیں۔ کچھ عرصے میں پھر ویسے ہی ہوجاتی ہیں۔ ڈاکٹر الرجی کہتے ہیں۔ ہر وقت سرخ رہتی ہیں، میرا پڑھنا پڑھانے کا کام ہے بہت حرج ہوتا ہے۔ (م۔ خ۔ حیدرآباد)

ج: محترمہ م۔ خ صاحبہ!

آن لائن پڑھانے میں موبائل یا لیپ ٹاپ کے استعمال میں احتیاط کریں۔ مناسب فاصلے اور روشنی کا انتظام بھی مناسب ہونا چاہیے۔ آپ دوا Ruta 30 اور Eupharasia30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لے لیا کریں۔ اس کے ساتھ قبض کے مسئلے کے لیے آپ روزانہ صبح گل منڈی ۵ گرام، شاہرہ ۵ گرام، تخم ملیٹھی ۶ گرام، بادیان ۶ گرام، اِن نباتات کو دو کپ پانی میں خوب جوش دیں، پھر چھان کر پی لیں۔ پندرہ بیس دن مسلسل کریں، ان شاء اللہ تعالیٰ قبض کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ بعض اوقات آنتوں میں کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو اُس کی وجہ سے بھی آنکھیں متاثر ہوتی ہیں۔

س: باجی ام محمد صاحبہ! میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ایام بہت تکلیف سے اور وقت سے پہلے آتے ہیں۔ لیکوریا بھی بہت زیادہ ہے۔ اصل مسئلہ درد کا ہے جو کہ اب بہت بڑھ گیا ہے۔ والدہ صاحبہ حیات نہیں، آپ سے امید ہے کوئی مناسب علاج تجویز کردیں۔ (بنت ارشد ریحان۔ لاڑکانہ)

ج: محترمہ بنت ارشد ریحان صاحبہ!

آپ کو سہولت ہو تو الٹرا ساؤنڈ کروالیں۔ ویسے آپ دوا Pepia30 اور wiesbadeu30 کے 4-4 قطرے دن میں چار مرتبہ لے لیا کریں۔ لیکوریا کے لیے Ovatosta30 کے 4-4 قطرے۔ دیسی نسخہ ہے کہ رُیشہ انجبار چھے گرام ایک کپ پانی میں ماہواری شروع ہونے سے ایک ہفتے پہلے پینا شروع کردیں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بہت فرق پڑے گا۔

س: ڈاکٹر صاحبہ! میرے والد کی عمر 65-70 سال ہے، انھیں معدے میں جلن اور قبض کا مسئلہ ہے۔ تیزابیت کی وجہ سے الٹیاں بھی شروع ہوجاتی ہیں۔ کمزوری بہت بڑھ گئی ہے۔ کوئی دوا تجویز کردیں۔ (آمنہ فریال۔ نواب شاہ)

ج: محترمہ آمنہ!

آپ والد صاحب کو دوا Collensonia30 اور Sulpher30 کے 4-4 قطرے دن میں تین مرتبہ دے دیا کریں۔ اس کے ساتھ رات میں Carb.Veg 200 کے 5-4 قطرے ایک چمچ پانی میں ملا کر دے دیا کریں۔ رات میں کھانے کے بعد اور صبح نہار منہ چھوٹا چائے کا چمچ گل قند بھی دے دیا کریں۔ ہلکی اور زود ہضم غذا دیں۔ ہومیو پیتھک کا Hyzo Syrup کمال لیبارٹری کا بھی اس حوالے سے بہت اچھا ہے۔

☆☆☆

تعزیتی مکتوب

رسائل میں لکھنے، پڑھنے والوں سے کچھ ایسا تعلق استوار ہوچکا ہے کہ اب کسی ایک کی خوشی پڑھ لیں تو ہفتہ ہفتہ بھر لبوں سے مسکراہٹ جدا نہیں ہوتی۔

اسی طرح اگر کسی کا غم، بیماری، اذیت بارے مطلع ہوجائیں تو دل سے ابھرنے والی ٹیسیں کافی عرصہ آنکھیں کے رستے گال پر لکیریں چھوڑتی چلی جاتی ہیں اور تکلیف ایسی کہ لمحہ بھر قلب سے جدا ہونے کا نام نہیں لیتی۔

جناب پروفیسر محمد اسلم بیگ کی ہمشیر کے انتقال کی خبر پڑھی تو دل اُن کی 'حالت محزون' کو سوچتے ہوئے بھر آیا۔ اللہ رب العزت مرحومہ کو مغفرت کی برسات میں بھگو کر، رحمت کی چادر اوڑھا کر اعلیٰ علیین میں پہنچادے، آمین!

قبر، حشر، میزان، پل غرض کسی بھی مرحلے پر گھبراہٹ نہ دکھائے۔ سیئات کو حسنات میں بدل ڈالے۔ اُن کے لواحقین کو صبر کی دولت سے نوازے اور اُن کے عوض نعم البدل عطا کردے، آمین!

جس جس نے اس غم کو اپنے قلب میں جگہ دی، میں ان سب سے تعزیت کرنا چاہتی ہوں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ للہ ما اعطی وللہ ما اخذ وکل شیءٍ عندہ باجل مسمی!

ایک بار پھر اگر سبھی پڑھنے والے تھوڑی دیر کے لیے اپنی تمام مصروفیات کو ترک کرکے محترمہ طاہرہ عبدالروف کو بقدر استعداد وتوفیق ایصالِ ثواب کردیں تو سوچیے ذرا کس قدر اُن کی روح شاداں ہوجائے گی۔

اور یہ تو ہم سبھی کی خواہش ہے ناں کہ جب ہم بھی مٹی کی چادر اوڑھے جا سوئیں تو کچھ مخلص لب ہماری خاطر بھی جنبش کریں اور ہماری قبر کو معطر ومنور کریں، تو دیر کس بات کی؟ پڑھ کر بھیجیے ناں۔

خولہ غضنفر اللہ۔ دین پور شریف

جبین چیمہ

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا! ۵

اور یہ اُس پہلی ملاقات سے کافی سال بعد کی بات ہے جب وہ ایک دفعہ پھر رمضان کے آخر میں اپنے پیاروں کے پاس تھی۔

قاسم کسی کسی رات ہی گھر آتا۔ وہ اکثر اپنے ابا سے قاسم کے بارے میں پوچھتی اور کہتی کہ ابا! اب آپ قاسم کی شادی کردیں۔ نجانے کہاں آوارہ گردی کرتا پھرتا ہے۔

ایک دن ابا نے جواب دیا:

''بیٹی! غزہ کے جوانوں کے پاس آوارہ گردی کا کہاں وقت ہے۔ میرا بیٹا مختلف اسکولوں میں بچوں کو جسمانی تربیت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اور بھی بہت سے کام ہیں جن میں وہ فی سبیل اللہ ہمہ وقت جتا رہتا ہے۔''

ابا کے لہجے میں بیٹے کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

اماں بھی قاسم کی سرگرمیوں سے حد درجے مطمئن تھیں۔

فریال کا گھر بھی اسی عمارت کے ایک کمرے میں تھا، جس میں امی اور ابا رہتے تھے۔ وہ بھی اپنے گھر کا کام ختم کرکے اُن کے پاس آجاتی تھی اور اکثر وہ لوگ روزہ اکٹھے افطار کرتے تھے۔

عام طور پر پانی یا کھجور ہی سے افطار کیا جاتا۔ مغرب کی نماز کے بعد زیتون، پیاز اور ٹماٹر کے ساتھ روٹی کھالی جاتی۔ کبھی کبھار کہیں سے اونٹ یا بھیڑ کا گوشت آجاتا تو وہ شوربے والا پکا کے اردگرد کے گھروں میں بھی بھیجا جاتا۔

قاسم جب بھی گھر آتا، وہ لیلیٰ کے بیٹے ابراہیم جو اب چھے سات کا ہوگیا تھا اور محمد جو چار سال کا تھا، دونوں کو ساتھ ملا کر اپنا پرانا ترانہ ضرور گاتا ؎

اخی! انت حرور السدود

اے بھائی تم ان سلاخوں کے پیچھے آزاد ہو

جبکہ تم اللہ پر یقین رکھتے ہو

اے بھائی اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاؤ

''اے بھائی! میں آج بھی مضبوط ہوں اور نا قابلِ شکست چٹانوں کی جڑوں کو کھود سکتا ہوں اور میں دنیا کے اِن سارے سانپوں کا سر کچل دوں گا۔

(حتیٰ کہ وہ ختم ہوجائیں گے)

تو اگر میں قتل ہوگیا تو شہید ٹھہرا

اور تم عظیم الشان فتح حاصل کروگے

محمد جو اگرچہ صرف چار سال کا تھا مگر ماموں قاسم اور اپنے باپ عبدالرحمن کی گود میں کھیلتا بڑا ہو رہا تھا سو اتنی چھوٹی سی عمر میں بھی اسے سارے جہادی ترانے یاد تھے، اب تو ابراہیم نے بھی یہ ترانہ بڑی جلدی سیکھ لیا تھا۔

ایک دن قاسم گھر آیا تو ابراہیم اسے دیکھتے ہی چلایا:

یا خال فان انا مت فانی شہید

اے ماموں! اگر میں مرگیا تو شہید ٹھہرا

وانت ستحی بنصر مجید

اور تم عظیم الشان کامیابی حاصل کروگے!

''اچھا جی تو یہ ارادے ہیں۔''

قاسم نے خوش ہوکر اسے گود میں اٹھالیا۔

''مگر اس سے پہلے تمھیں تربیت حاصل کرنی ہے، خود کو مضبوط بنانا ہے اور وہ جو سانپوں کی طرح ہمیں ڈس رہے ہیں اُن کا سر کچلنا ہے۔''

مگر ماموں! محمد بھی شہید ہونا چاہتا ہے جبکہ وہ مجھ سے چھوٹا ہے۔ میں نے رات کو بھی دعا کی تھی کہ میں اس سے پہلے شہید ہوجاؤں۔ کیا پتا میری دعا قبول ہوجائے۔''

اُس کی آنکھوں میں ستارے سے چمک رہے تھے۔

''تم ضرور شہید ہوگے میرے بیٹے! مگر پہلے دہشت گردوں کو جہنم واصل کرکے۔'' اس کے ابا بولے تھے۔

☆......☆

رمضان کا آخری روزہ تھا۔ لوگ چاند دیکھنے کے لیے چھتوں پر اور باہر کھلی جگہ کھڑے تھے اور پھر عید کا اعلان ہوگیا۔

لیلیٰ اس دفعہ بھی فریال، اس کے بیٹے محمد، اپنی امی ابا اور قاسم کے لیے نئے کپڑے بنا کر لائی تھی تاکہ وہ عید پر پہن سکیں۔

اس شام وہ سب اکٹھے بیٹھے عید کے بارے میں بات کررہے تھے۔ لیلیٰ نے سب کو اُن کے کپڑے لاکر دیے تو ابا چند لمحے کپڑوں کو ہاتھ میں لیے بیٹھے رہے۔

''لیلیٰ! میرے یہ کپڑے جو میں نے پہنے ہوئے ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ تم فکر نہ کرو۔ یہ ابھی چند سال اور چلیں گے، یہ نئے کپڑے مجھ سے زیادہ جو مستحق ہیں انھیں دے دیتے ہیں۔''

''ابا! میں انھیں خاص طور سے آپ کے لیے لائی تھی۔'' لیلیٰ روہانسی ہوکر بولی۔

''بیٹی! نئے کپڑوں پر نوجوانوں کا حق زیادہ ہے۔ ہم آج ہیں کل نہیں ہوں گے، ہمیں اب اُن کی ضرورت نہیں ہے۔''

وہ قطعیت سے بولے۔

''ابا! آپ ایسے کیوں کہہ رہے ہیں؟'' فریال اور لیلیٰ بیک وقت بولیں۔

''بیٹی! اللہ نے کافی مہلت دے دی، تم دونوں اپنے گھروں کی ہوگئیں، تمھارے بچے دیکھ لیے۔ قاسم اپنی راہ پر لگ چکا ہے۔ بس اب اللہ کی مرضی کہ وہ مجھے یہاں کب تک رکھتا ہے۔''

ابا مسکراتے ہوئے بولے۔

امی نے نیا جوڑا اٹھا کر اندر رکھ دیا کہ قاسم کا کوئی دوست پہن لے گا۔

لیلیٰ نے رات کو قاسم کو پیسے دے کر کہا تھا کہ وہ تازہ گوشت اور دودھ لے آئے۔

''اے لیلیٰ! اے میری پیاری بہن! تمھارے پاس اتنے پیسے تھے تو تم نے اب تک بتایا کیوں نہیں۔ اس سے بہتر بھی ان پیسوں کا استعمال ہوسکتا تھا۔''

قاسم مسکراتے ہوئے بولا تو وہ ہنس دی۔

تھوڑی دیر بعد غادہ، محمد اور ابراہیم ابا کے ساتھ مسجد میں عشا پڑھنے جانے لگے۔

ابراہیم دروازے پر پہنچ کے اچانک واپس پلٹا۔

لیلیٰ اپنی بہن سے محوِ گفتگو تھی۔ اُس کی دروازے کی طرف پیٹھ تھی۔

ابراہیم باہر سے آکر اس کے کندھوں کے ساتھ جھول گیا اور سرگوشی کی: ''امی! جب کوئی مرجائے یا شہید ہوجائے تو صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اناللہ وانا الیہ راجعون۔''

''اچھا استاد جی! جان چھوڑو، سوائے مرنے اور شہید ہونے کے اور کوئی بات ہی نہیں آتی تم بچوں کو تو۔'' وہ مسکراتے ہوئے فریال سے بولی۔

''ہمارے بچوں نے ماں کی آغوش کی بجائے موت کی آغوش میں آنکھیں کھولی ہیں۔ انھوں نے موت کو اتنی بار اور اتنا قریب سے دیکھا ہے کہ وہ موت سے مانوس ہوچکے ہیں، اب انھیں مرنے سے ڈر نہیں لگتا۔'' فریال بولی۔

عید کی صبح چمکتے چہروں کے ساتھ ابراہیم، محمد اور غادہ نانا ابا، قاسم اور محمد کے ابا عبدالرحمن کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے نکلے۔

لوگ جوق در جوق مسجد کی طرف جارہے تھے۔

لیلیٰ فریال اور امی نے بھی اپنے کپڑے بدلے اور عید سے واپسی کے لیے کھانے کی تیاری کرنے لگیں مگر نماز ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ اوپر آسمان پر جہازوں کی آمد شروع ہوگئی۔

اور پھر مسجدوں میں نہتے مسلمانوں پر گولیاں برسائی جانے لگیں۔ بے جرم و خطا صفوں کی صفیں خون میں نہلا دی گئیں۔ کیونکہ وہ ''دہشت گرد'' تھے، کیونکہ ان کی وجہ سے امریکی اور یہودی بے آرام تھے۔ جب تک وہ انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا نہ لیتے وہ ان کی دہشت سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

کیسا تھا دنیا کا انصاف!

نہتے مسلمان عید کی نماز پڑھتے ہوئے مار دیے جائیں تو بالکل جائز، مارنے والا معصوم مگر مرنے والا دہشت گرد۔

لوگوں کو توپوں اور ٹینکوں تلے کچل دیا جائے تو کچلنے والا معصوم اور مرنے والا دہشت گرد!

ان کے اوپر تابڑ توڑ گولیاں برس رہی تھیں۔ غادہ اور محمد تو عبدالرحمن کے ساتھ تھے، وہ پھرتی سے انھیں لے کر اوٹ میں ہوگیا تھا مگر ابراہیم کو دو گولیاں لگ چکی تھیں اور اب ابا اسے اپنے ساتھ چمٹائے بیٹھے تھے کہ ایک دفعہ پھر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور اس دفعہ ابا نے ساری گولیاں اپنے اوپر جھیلیں۔

قاسم کا کچھ پتا نہیں تھا۔

مسجد شہیدوں کے خون سے مشک بار دلھن کی طرح ہوگئی تھی۔ عبدالرحمن غیظ و غضب کی تصویر بنا غادہ اور محمد کو لے کر گھر پہنچا تو اس کے کپڑے خون سے سرخ ہورہے تھے۔

''کیا بنا؟ کتنے شہید ہوئے؟''

امی کی آنکھیں تو جھلملا رہی تھیں مگر آواز میں ذرا بھی لڑکھڑاہٹ نہ تھی۔ انھوں نے بڑی صبر و استقامت کے ساتھ مضبوط لہجے میں پوچھا۔ (جاری ہے)

شادی میں دینے کے لیے ایک قیمتی تحفہ

دُلہا دُلہن نیک ہوں گے تو ایک بھی ہوں گے اِن شَاءَاللّٰہُ تعالیٰ

نیکی کی طرف مائل کرنے میں مددگار کُتب

تحفۂ دُلہن: سادہ ایڈیشن -/250، اعلیٰ ایڈیشن -/500

تحفۂ دُلہا: سادہ ایڈیشن -/195، اعلیٰ ایڈیشن -/360

تحفۂ دُلہن

- خوشگوار زندگی کے سنہری اصول
- کامیاب بیوی کی 6 خوبیاں
- سسرال میں خوش رہنے کی تدابیر
- ایک ماں کی 10 وصیتیں

تحفۂ دُلہا

- نیک بیوی کے لیے دعائیں
- پُرسکون زندگی بنانے میں مددگار
- باہمی محبت اور جھگڑوں سے حفاظت کی تدابیر

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیتُ العِلم

کراچی فون: 021-32726509، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

حفصہ شکیل

نیت کی درستی

بعض نیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو سدھارنے، سنوارنے، نکھارنے اور خالص بنانے میں برسوں بھی لگ سکتے ہیں اور شاید عمریں بھی!

اگر ایسا نہ ہوتا تو جہنم کو بھڑکانے کے لیے فاسقوں سے بھی پہلے عالم، سخی اور مجاہد کو ایندھن نہ بنایا جاتا جن کی نیت میں کھوٹ تھا۔

جی ہاں! سب نیتوں کے کھیل ہوتے ہیں۔

تعریف مقصد نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ کیونکہ اعمال میں وزن اخلاص کا ہوتا ہے مقدار کا نہیں۔ یہ مسلسل یاد دہانی ہر گزرتے لمحے میں ضروری ہے ہمارے لیے، کیونکہ کبھی ہم تعریف تو سمیٹ لیتے ہیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ تعریف تو اوپر مذکور لوگ بھی بٹور کر کے لے جائیں گے، جنھیں کہا جائے گا کہ تم نے اپنی واہ واہ کے لیے کیا سو تعریف کر دی گئی، اب تمھارے لیے جہنم ہے!

ایک دفعہ ایک شیخ صاحب کو فرماتے سنا کہ کہ اگر میری بات اخلاص نیت کے ساتھ محض اللہ رب العزت کی رضا کی خاطر صرف ایک انسان سنتا ہے تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ نیت میں کمی پیشی کے ساتھ وہ بات ہزاروں کا مجمع سنے۔

سبحان اللہ!

اور ہم کیا چاہتے ہیں......؟

ہماری نیتیں کیا ہیں اپنے کام اور معاملات کو لے کر......؟

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی نفس کی تسکین کا سامان کرتے رہیں اور شیطان ہمیں اصل یعنی اخلاص بھلادے!

نیت کا اخلاص صرف ایک لمحے، ایک منٹ، یا ایک دن کی سوچ کا نام نہیں ہے بلکہ یہ پوری زندگی کا سفر ہے۔ ہر ہر لمحے کی یاد دہانی ہے۔ اپنے ضمیر اور دل کے دروازے پر بار بار کی دستک ہے۔ یہ الرٹ سگنل ہے، تاکید ہے اور مشق ہے۔

نیتوں کے بھی درجات ہوا کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کسی ایک ہی کام کے پیچھے دو انسانوں کی نیتیں مختلف ہوں، اور یہ درجے انسان مشق ہی سے طے کرتا ہے۔

آغاز سے انتہا تک، نیت کی خوبصورتی اور اخلاص میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بہر حال، ابتدا ہم نے خود کرنی ہوتی ہے۔ دھیان رکھ کر، یاد سے، اخلاص کے ساتھ محض اللہ رب العزت کے لیے۔

راقمہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہر کام سے پہلے کوشش ہوتی ہے کہ نیت کی درستی کرلوں، بلکہ کام میں جتنی بھی خیر کی نیتیں شامل ہوسکتی ہیں، کرلوں۔

نیت کو درست کرنا کبھی یاد رہتا ہے کبھی نہیں لیکن مسلسل کوشش سے یہ چیز آہستہ آہستہ عمل میں آرہی ہے الحمدللہ!

کام خواہ دین کے ہوں یا دنیا کے، ان میں ایسے کرتی ہوں کہ اسکیننگ کرنے کے بعد ذرا سا بھی نیت میں کہیں کمزوری نظر آئے کہ اس سے مقصود دنیا اور دنیا والے ہوں، کہیں چھوٹے لیول پر بھی، یا اللہ تعالیٰ کے لیے کرنے کے ساتھ لوگوں کی واہ واہ کی چاہت بھی ہونے لگے یعنی ملاوٹ، نفس ہوا میں اڑنے کا سوچنے لگے، تو اسی وقت اُس کام کو چھوڑ دیتی ہوں۔

بعد میں کسی وقت دل و دماغ گواہی دینے لگیں کہ ہاں صرف اللہ، اللہ اور بس اللہ ہی مقصود ہے تو پھر کر لیتی ہوں۔

دوسرا یہ سوچتی ہوں کہ اگر میرے اردگرد سے سب لوگ محو ہو جائیں، کوئی دیکھنے والا نہ ہو سوائے اللہ کے۔ اس سوچ کے بعد اگر میرا مورال اور ذوق ویسا ہی رہے بلکہ شوق اور بڑھ جائے تو پھر وہ عمل کر لیتی ہوں۔

سوچ کا ایسا انداز بھی یکدم نہیں ہو جاتا۔ بہت کوشش، بہت توجہ اور بہت استقامت چاہیے ہوتی ہے لیکن جب روزانہ کے عمل میں آجائے تو آسان ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو کوشش ہی مانگی ہے نا اپنے بندے سے؟ کاملیت تو نہیں مانگی لیکن ہم کاملیت تک جانے کی کوشش تو کر سکتے ہیں ناں!

☆☆☆

1987ء سے خدمت میں مصروف

پُھلبھری، برص

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام جلدی بیماریوں کا مؤثر اور بے ضرر علاج

STEROIDS FREE
MOST PROGRESSIVE
TREATMENT

سفید داغ قابلِ علاج مرض ہے

ایوارڈ یافتہ' ممتاز معالج
اجمل زیدی کے صاحبزادے
اقدس زیدی
(ماہرِ برص)

کے دورۂ پاکستان کا مستقل پروگرام

کراچی قیام	1مارچ تا 10 مارچ، 1 جولائی تا 10 جولائی، 1 نومبر تا 10 نومبر فارچون سنٹر آفس نمبر 706 ساتویں منزل شارع فیصل نرسری بالمقابل K.F.C کراچی فون: 69-7012068(021) موبائل: 8566188(0300)	ملتان قیام	12مارچ تا 17مارچ، 12جولائی تا 17 جولائی، 12نومبر تا 17نومبر ہوٹل سلور سینڈ، ریلوے روڈ نزد چوک عزیز ہوٹل، ملتان فون: 62-4518061(061) موبائل 8566188(0300)
لاہور قیام	11 فروری تا 20 فروری، 11 جون تا 20 جون، 11 اکتوبر تا 20 اکتوبر مدینہ ٹاور، آفس نمبر 512 پانچویں منزل، مسلم ٹاؤن موڑ، فیروز پور روڈ، بالمقابل جامعہ اشرفیہ لاہور 0300-8566188	اسلام آباد مستقل پتہ	25مارچ تا 25 مئی، 25جولائی تا 25 ستمبر، 25نومبر تا 25 جنوری مکان نمبر 62 سٹریٹ نمبر 20 سیکٹر G-8-1 تعلیمی چوک (سریا چوک) اسلام آباد موبائل: 8566188(0300)

leucodermatreatment@outlook.com

جھڑوسن

عروبہ ساریہ

"حلیمہ کو تو شیر بھی کھائے تو اسے مرچیں لگ جائیں۔"

دادی ہنستے ہوئے بولیں اور میز کے گرد بیٹھے سب لوگ ہنس پڑے۔

حلیمہ نے نا سمجھی سے سب کو دیکھا اور اپنے کھیل میں مگن ہو گئی۔

حلیمہ صاحبہ ہمارے گھر کی نامور شخصیات میں سے ایک ہیں۔ بادامی رنگ آنکھیں، سنہری بکھرے بال (جنھیں وہ بہت کم ہی باندھنے کی زحمت کرتی ہیں)، گورا رنگ اور ڈھائی فٹ کے لگ بھگ قد۔

یوں تو چھے سال کی ہیں مگر اپنے چھوٹے قد کے باعث وہ چار سال کی لگتی ہیں۔ حد سے زیادہ نخریلی ہیں، شہزادیوں والے نخرے، نک چڑھی، ہر وقت تیوریاں چڑھی ہوئیں، بات بات پر جذباتی ہو جانے والی یہ شخصیت بہت کم ہی گھر والوں کے علاوہ کسی سے بات کرتی ہیں۔ اگر ایک دفعہ ان کا بین شروع ہو جائے تو بہت مشکل سے رکتا ہے۔

بہن بھائی حتی الامکان سب کوشش کرتے ہیں کہ انھیں کوئی بات بری نہ لگ جائے، ورنہ گھر میں وہ بھاں بھاں ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ!

ایک دن زینب نے حلیمہ صاحبہ کے بکھرے ہوئے بال ہاتھ میں لیتے ہوئے شرارت سے کہہ دیا: "حلیمہ کبھی بال بھی بنا لیا کرو، جھڑوسن دکھائی دیتی ہو۔"

حلیمہ صاحبہ کے تیور خطرناک ہونے لگے (جن کا مطلب تھا پارٹی شروع!)

زینب فوراً گھبرا کر بولی: "ارے میں تو مذاق کر رہی تھی!"

"نہیں میں جھڑوسن ہوں، ابھی اماں کو بتاتی ہوں۔"

انھوں نے پاؤں پٹخا اور بھاں بھاں کے کوڈ سے اماں کو 'بتانے' لگیں۔

اس کی چیخیں سن کر اماں کمرے میں آ گئیں۔

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ جھلا کر بولیں۔

"اماں! زینب آپا نے مجھے جھڑوسن کہا ہے۔" وہ چیختے ہوئے بولیں۔

"زینب باہر آؤ نا ذرا، مجال ہے جو چھوٹی بہن کو نہ چڑاؤ۔"

اماں غصے سے بولیں اور زینب حلیمہ صاحبہ کو غصے سے دیکھنے لگی جس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

ایک دن ہم حلیمہ سے مخاطب ہوئے: "حلیمہ! میں تم پر کہانی لکھوں گی!"

"کیا؟ نہیں! آپ بہت گندی ہیں۔"

وہ یہ کہہ کر روتے ہوئے وہاں سے لاؤنج میں چلی گئیں اور ہم ہکا بکا رہ گئے کہ آخر ہم نے ایسا کیا کہہ دیا ہے؟

ہم بھی لاؤنج میں آئے تو وہ وہیں جلوہ افروز تھیں۔ ان کے ساتھ ابا حضور بھی تشریف فرما تھے اور فون پر کچھ دیکھ رہے تھے۔

"بابا! یہ دیکھیں میں نے تو حلیمہ سے صرف یہ کہا تھا کہ میں آپ پر کہانی لکھوں گی؟ مگر یہ بھاں بھاں کرتے ہوئے باہر آ گئیں، ہر ایک کو شوق ہوتا ہے مشہور ہونے کا تو......"

"ہاں جی تو میں کیوں اپنے منہ پر آپ کو کہانی لکھنے دوں؟"

وہ شانِ بے نیازی سے ہماری بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

"کیا!" ہم ہکا بکا کہ یہ بات تھی جس پر یہ رو رہی تھیں؟ اور پھر ایک دم ہمیں ہنسی آ گئی اور پھر ہنس ہنس کر ہمارے پیٹ میں بل پڑ گئے۔

بہر حال اس واقعے کے کچھ دیر بعد ہم نے حلیمہ صاحبہ سے کہا: "می می (ہم انھیں پیار سے می می (mi mi) کہتے ہیں) میں نے کہانی لکھ لی، اس میں، میں نے لکھا ہے کہ بادامی آنکھیں، بکھرے بال......"

ابھی ہم حلیہ پورا بیان بھی نہ کر پائے تھے کہ حلیمہ صاحبہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں:

"میرے بال بکھرے ہیں؟ (اتفاق سے انھوں نے اس وقت بال باندھے ہوئے تھے) آپ نے کیوں جھوٹ بولا!"

اُن کی آواز رندھ گئی اور بھابِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِں بھاں شروع۔

ہم سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

☆☆☆

چمن خیال

اب تک غمِ ہستی کی سزا جھیل رہا ہوں
پل بھر کو تیری یاد سے بیگانہ ہوا تھا
(زکی کیفی)

دیکھتے ہیں مجھ کو عزت کی نظر سے اہلِ دل
اللہ اللہ ان کی نسبت میں بھی کیا اعجاز ہے
(مولانا عبدالحئی عارفی)

میں تھک جاتا ہوں اپنی داستانِ درد سے اختر
مگر میں کیا کروں؟ چپ بھی نہیں مجھ سے رہا جاتا
(حکیم محمد اختر)

میرے پیچھے تو ہے ہر آن یہ خلقت کا ہجوم
اب خدا جانے یہ عزت ہے کہ رسوائی ہے
(مفتی محمد تقی عثمانی)

منزل تری تلاش میں گھومے گی در بدر
خلقِ خدا کی راہ سے روڑے ہٹا کے دیکھ
(عابی مکھنوی)

نعت تو کہہ نہیں سکا مومن
آپ کا نام بارہا لکھا
(عبدالرحمن مومن)

انتخاب: تماضر ساجد۔ صادق آباد

رنگت

سونیا بلال۔ جرمنی

”یہ جو جرمن ہوتے ہیں ناں اماں!؟“

”ہمم۔“ ہاجرہ کی بات کو بے دھیانی سے سنا گیا۔

”یہ اتنے وائٹ ہوتے ہیں۔“

اِس بار میں نے پورے دھیان سے اسے دیکھا، کیونکہ ہمارے گھر میں کبھی کسی کی رنگت، قد، جسامت اور شکل وصورت پر بات نہیں ہوتی۔ ایسی باتیں شدت سے ممنوع اور ناپسندیدہ ہیں۔

”ہاں جی، تو اس میں کیا ہوا؟“

اس بار آواز کو شفقت سے مکمل عاری کر کے پوچھا گیا۔

”تو میں نے کچھ پوچھنا ہے، جب اُن میں سے کچھ لوگ مسلم ہو جاتے ہیں تو اپنی رنگت کیسے چینج کرتے ہوں گے؟“

”مجھے سمجھ میں نہیں آئی آپ کی بات ہاجرہ؟“

”اماں! میں پوچھ رہی ہوں کہ یہ وائٹ ہوتے ہیں نا اس لیے کہ یہ نان مسلم ہیں تو جب یہ مسلمان ہو جاتے ہیں تو مسلمانوں جیسا کلر کیسے چینج کرتے ہیں؟ مسلمان تو ایسے وائٹ نہیں ہو سکتے نا۔“

”اوہ اچھا، یہ مطلب تھا آپ کا۔“ مجھے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ”نہیں ہاجرہ! مسلمان ہونے نہ ہونے سے رنگت کا کوئی لینا دینا نہیں۔ قومیت اور علاقے کا فرق ہوتا ہے۔ ہر جگہ اور قوم کے لوگ مختلف رنگ اور شکل وصورت کے ہوتے ہیں، دنیا میں صرف ہم پاکستانی ہی مسلمان نہیں ہیں بیٹا! ترکی اور کئی عرب ممالک کے لوگ ایسے ہی سرخ وسفید ہوتے ہیں، جرمنز جیسے۔ ویسے بھی چہرہ کیا ہے، اچھا تو دل ہونا چاہیے ناں......!“

میں نے رسان سے اسے سمجھایا۔

”وہ تو مجھے پتا ہے اماں! بس مجھے لگا کہ شاید مسلمان ہونے کے لیے کلر کسی طرح چینج کرنا پڑتا ہوگا۔“ وہ بولی اور مجھ سے لپٹ گئی۔

☆☆☆

اداسی اور خوشی

بنت نجم الدین
ڈیرہ اسماعیل خان

”محمد احمد عصر کی نماز کے لیے گیا تو مجھ سے فرقان کے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ اسے ہوم ورک بتانا تھا۔“

عائشہ عرفان کو بتا رہی تھی۔

”لیکن جب وہاں سے آیا ہے تو اداس تھا۔ میں مہمانوں میں مصروف رہی۔ باجی بھی عشا تک ہی گئی تھیں۔ مجھے موقع نہ مل سکا پوچھنے کا!“

”کیا بات ہو سکتی ہے؟“

عرفان صاحب نے پوچھا۔

”پتا نہیں آپ مجھے صبح پوچھ لیجیے گا۔“

☆......☆

”بیٹا! کل فرقان کے گھر گئے تھے۔“

”جی بابا جانی!“ وہ خاموش سا ہوا۔

نظروں نے یکدم امی اور بابا کا دیدار کیا۔

دونوں کی آنکھیں پیارے بیٹے پر جمی تھی۔

”بابا! فرقان کے چچا گھر میں نماز پڑھ رہے تھے بلا عذر ہی، تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کتنا سخت ناراض ہوتے ہیں اس بات سے۔ میں نے فرقان سے وجہ جانی تو کہنے لگا: یہاں بھی دادو کے ڈر سے پڑھ رہے ہیں۔ صبح کی تو پڑھتے ہی نہیں۔

دادو کا غصہ بھی بے کار چلا جاتا ہے۔

بابا ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز، جنت کی کنجی نماز، پھر بھی منہ موڑا جا رہا ہے۔“

ننھا احمد آبدیدہ ہو گیا۔

”فرقان بتا رہا تھا کہ چاچو تو دادو سے لڑ بھی پڑتے ہیں۔

بس بابا جانی تب ہی سے بے چینی ہے۔“

عرفان صاحب بیٹے کو ہی تک رہے تھے۔

”بابا! آپ......“

”جی بیٹا! بابا سمجھ گئے ہیں آج ہی سے بابا کی محنت اُن پر شروع ہو گی۔ بس یہی کہنا چاہتے ہو ناں تم؟“

”ج...... جی......“ محمد احمد کی گہری اداسی خوشی میں بدل گئی۔

☆☆☆

یہ خصلت خاتونی ہے!

اثر جونپوری

مرد اگر باتونی ہے
یہ خصلت خاتونی ہے
پھر تو ہونا ہے مشکل
کام اگر قانونی ہے!
وہ اتنا ہی خائن ہے
رشتہ جو بھی خونی ہے
حد سے تجاوز جو کر لے
ایسا شخص جنونی ہے
ہر ہر ہاتھ میں موبائل
جس کو دیکھو فونی ہے
ہیں مظلوم فلسطینی
ظالم ہر صہیونی ہے
حرصِ مال کا ہر بیمار
سچ پوچھو قارونی ہے

☆☆☆